



سوال

(160) عشر کی مد سے مدرس کو تنخواہ دینا۔

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زکوٰۃ کی مد سے اور عشر سے مدرس کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں یا مدرسہ کے کسی خرچ میں مثلاً کتب خانہ یا مرمت میں لگا سکتے ہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء عام کرتے ہیں، وہ ہر نیک کام میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز کہتے ہیں، نیک کاموں میں مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دیگر ضروریات بھی شامل ہیں۔ (۲۶ رجب ۱۲۶۲ھ)

شرفیہ: ... میں کہتا ہوں کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء نے کتنی وسعت کی ہے کہ کوئی شے بھی اس کے شمول سے باہر نہیں جاسکتی تو پھر آٹھ مصارف کے بیان کی کیا ضرورت تھی، غور کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین وغیرہ جمہور کو صحابہ کو شہر کی حفاظت خندق وغیرہ مساجد، کنواں، مردوں کے کفن و دفن پلوں وغیرہ کی ضرورت تھی۔ مگر مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بھی آپ نے یا خلفاء راشدین نے زکوٰۃ کے مال میں سے ان امور پر صرف کیا ہو، اس سے ثابت ہو گیا کہ باوجود ضرورت، مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنا، اور طرح سے ان امور کو سرانجام دینا، مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنے کی بین دلیل ہے، اور لفظ فی سبیل اللہ کا عموم یا کلیہ نہ ہونے پر بھی صحیح مسلم وغیرہ کی مرفوع حدیث بھی ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مال زکوٰۃ کی تحصیل پر ہم کو مقرر کر دیں، تاکہ ہم بھی وصول کر کے کچھ معاوضہ لیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ مال زکوٰۃ اوساخ الناس ہے، وانہا تلح لحد والال محمد ﷺ صفحہ ۲۳۳ جلد ۱ صفحہ ۲۳۵ جلد ۱۔ ثابت ہوا کہ سادات نبی ہاشم کی ضرورت کو پورا کرنا فی سبیل اللہ میں داخل تھا۔ مگر پھر بھی ان پر جائز نہیں، اور مفت بھی نہیں، محنت تھی، مگر پھر بھی ناجائز ثابت ہو کہ ویسے ہی مساجد خانہ خدا پر بھی اوساخ ان میں صرف کرنا جائز نہیں، کفن و دفن پر بھی جائز نہیں، کہ مال زکوٰۃ حق زندوں کا ہے، مردوں کا نہیں، اور نہ فقراء و مساکین مصارف مذکورہ فی القرآن زندوں اور مردوں دونوں کا حق مساوی ہوگا، تو مال زکوٰۃ زندوں کا حق مردوں ہی پر پورا نہ ہوگا، چہ جائیکہ قلعے مساجد وغیرہ ان کی تجدید ہی مشکل ہوگی، اذلیس فلیس اور پلوں اور سڑکوں، قلعوں، نہروں، چشموں، مسافر خانوں، لشکر خانوں، شہروں کی فسیلوں غرباء تجار جن کے پاس کاروبار چلانے کو روپیہ کم ہو، اور ان کو اور کاشتکاروں کو قرض دینا وغیرہ کہ یہ فی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہیں، ان پر صرف کیا جائے گا، تو اس صورت میں بھی زندوں، فقراء و مساکین وغیرہ مصارف کے لیے خاک بھی نہیں بچ سکتا، اور یہ ذکر عن ابی اساس قال حملنا النبی ﷺ علی اہل الصدقۃ للحدیث انتہی ما فی ترجمۃ البخاری۔ اول تو یہ کہ ہے، دو سم اس میں تصریح نہیں کہ وہ لوگ غنی تھے، اور صرف حج ہی باعث حمل تھا، بظاہر وہ زکوٰۃ کے مستحق معلوم ہوتے تھے، یہی جواب عبد اللہ بن عباس کے قول یعلیٰ فی الحدیث کا ہے، اور قال الحسن ان اشتری اباه من الزکاۃ جائزہ فی الرقاب کا ایک فرد ہے، اور غنیاء کو مال زکوٰۃ لینے کے متعلق حدیث مرفوعہ میں آچکا ہے۔

((لغزافی سبیل اللہ او لعا لعلیہا اولغارم اولرجل اشترایحاجل اولرجل کان لہ جار مسکین تفصدق علی المسکین فابدی المسکین علی الغنی رواہ مالک والودود و مشکوٰۃ)) (ص ۱۶۱ جلد ۱)

خلاصہ: یہ کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں ایسی وسعت نہیں کہ دنیا کی تمام ضروریات کو شامل ہو، جیسے کہ بعض علماء نے حواشی مذکورہ میں کیا ہے، پس اس سے جہاد میں صرف کرنا مراد



ہے، ہاں اگر کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح کی نص سے کسی شئی میں کسی کو علاوہ جہاد کے صرف کرنے میں ثابت ہو جائے، تو فہما ورنہ نہیں اور دینی مدارس جہاں کتاب و سنت کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہو، کتاب و سنت پر عمل بھی صحیح طور پر ہو، صورت و سیرت کتاب و سنت کے مطابق ہو، وہاں دینی جائز ہے، اور صرف یہی نہیں کہ تعلیم انگریزی ہندی تعلیم وغیرہ دنیوی علوم کی ہو، اور برائے نام کچھ عربی کا قلیل اقل شغل رکھ لیا ہو، نہ صورت نہ سیرت نہ نماز کی پابندی نہ اور فرائض کی، نہ اخلاق حمیدہ، نہ اساتذہ پابند شرح، بلکہ بعض شرع کا مذاق اڑانے والے تو ہوں قطعاً جائز نہیں، پس قسم اول ہی کو دینی جائز ہے، اور مدارس مذکورہ جن کو جائز ہے، ان میں طالب العلم اصل ہیں، جو عموماً نادار، مظلّم ہوتے ہیں، یا جن کو والدین وغیرہ علم دین حاصل نہیں کرنے دیتے، اور وہ گھر سے نکل کر عموماً پردیس پڑھتے ہیں، وہ ابن السبیل بھی ہوتے ہیں، مسکین فقیر بھی پھر ان کے خورد و نوش، لباس و قیام کتب وغیرہ کا انتظام جس میں مدرسین جزا اول ہیں، پھر اگر وہ نادار ہوں یعنی وہ صاحب جائداد نہیں، کہ درس دے کر، ان کو ضروریات کے لیے مدرسہ سے لینے کی ضرورت نہ ہو تو، پھر ان کو بھی جائز نہیں، ورنہ جائز ہے، کہ اگر وہ کام کرتے، تو تنخواہ سے اپنی ضروریات پوری کرتے، اب مدرسے سے کریں گے، مدرسہ کی تعمیر کتب کی خرید، جلد سازی بھی بلکہ اگر مدرسہ میں اور ملازم منشی وغیرہ کی ضرورت ہو وہ بھی مدرسہ میں داخل ہے، جیسے بیت المال یا تحصیل زکوٰۃ میں قرون ثلاثہ میں تھا، ہاں یہ بھی ضروری ہے، کہ متولی اور ناظم مدرسہ پابند شرع خدا ترس ذی علم جو کتاب و سنت سے اچھی طرح واقف ہو، اور انتظام کا مادہ بھی۔ اور حتی الامکان وہ زکوٰۃ کے مال کو وہیں صرف کرے، جہاں جہاں کرنا چاہیے، اس لیے کہ مدارس میں اور طریق سے بھی چندہ وصول ہوتا ہے، اور مدون میں حتی الامکان اور چندوں سے صرف کرے، ہاں حرم قربانی بھی مدارس مذکورہ دینیہ میں دی جاسکتی ہیں، اور جب ثابت ہو چکا کہ قرآن شریف میں { اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الْاٰیۃ } میں لام لبیان المصروف ہے، للتلیک نہیں کافی الفسخ اور مصرف صرف آٹھ ہی ہیں، اور لفظ فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد میں ہی صرف کرنا مراد ہے، ورنہ اگر ایسا عام مراد ہوتا، جیسے بعض علماء نے لکھا ہے کہ کوئی چیز کوئی مصرف اس سے باہر نہیں رہتا، دنیا کے مصارف اس میں آجاتے ہیں، تو پھر آٹھ کا بیان ہی معاذ اللہ فضول ہے، ((وَ اِذَا لَیْسَ فَلَیْسَ)) اگر یہ لفظ اول آیت میں ہوتا تو اس کے بعد کو اس کی تفسیر بنایا جاتا، اور اگر اس کو سب سے آخر ہوتا تو تعمیر بن تخصیص سو یہ بھی نہیں، تو پھر سوا اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک مستقل چیز ہے، جو اقسام کو جو اس کے ساتھ مذکور نہیں، ان کو شامل ہو اس لیے کہ تقسیم اقسام میں تقابل اور ہر ایک دوسرے کا قسیم ہوتا ہے، اور عموم مذکور میں شمول ہوتا ہے، لہذا تفسیر بعض علماء قطعاً باطل ہے، صرف جہاد ہی مراد ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے، اگر زکوٰۃ میں اتنی وسعت نہ کی جائے، تو اور مصارف کفن دفن موتی، مساجد و چاہ وغیرہ کیسے نہیں تو جواب یہ ہے، کہ کتاب و سنت میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال صرف کرنے کا ذکر یا ترغیب ہے، اس میں سے ان امور کو سرانجام دیا جاسکتا ہے، بلکہ دیا جاتا تھا، زکوٰۃ کے مصارف کو تو خود اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے، اور جانتا بھی ہے، اور تھا کہ فلاں فلاں امور کی ضرورت ہوگی، پھر بھی آٹھ ہی مصرف کو بیان کیا، عام نہ رکھا، ہاں اور طرح اور مصارف یا اور اشیاء کو بیان کر دیا وہ یہ ہے:

{ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاَقِمْوْا الصَّلٰوةَ وَاَتُوْا الزَّكٰوةَ وَمَا اَنْتُمْ مُّوَلّٰوْنَۙ اَنْفُسِكُمْۙ مِنْ خَیْرِۙ مَّا رَزَقْتُمْۙ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْاٰیۃ } (پ ۱ ع ۳)

{ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِنَّا نُنْفِثُهَاۙ مِنْ خَیْرِۙ فَلَاۤ اَنْفُسِكُمْۙ الْاٰیۃ } (پ ۳ ع ۵)

دیکھئے زکوٰۃ کے بعد جس چیز کا بیان ہے، وہ ہر قسم کے خرچ کو شامل ہے، جو مشروع ہو۔

((وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِ فِی الْمَالِ سِحْتًا سَوٰی الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَّی لَیْسَ اَنْ تُوْتُوْا وَاَنْ تُوْتُوْا مِنْ حُكْمِ قَبْلِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الْاٰیۃ)) (رواہ الترمذی و ابن ماجہ والدارمی)

مشکوٰۃ جلد ۶۹ جلد ۱:

((وعن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحضر بئر اطفال هذه لام سعد رواه ابو داود والنسائی مشکوٰۃ ص ۶۹ جلد نمبر ۱))

((وقال رسول اللہ ﷺ اذ مات الانسان انقطع عند عمله الا من ثلاث: الامن صدقة جاریة او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوه رواه مسلم مشکوٰۃ ص ۳۲ جلد نمبر ۱))

((وقال ایضاً ان ما یلحق للمؤمن من عمله حسنة بعد موته علماً علمه ونشرة وولد أصلاً حاکماً او مضعفاً ورثة او مجداً بناه او یتالابن السبیل بناه او نحر الاجراء او صدقة اخرجها من مالہ فی صحیته و حیوۃ رواه ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ص ۳۶ جلد ۱))

((قال رسول اللہ ﷺ من یشرى بئر مینجیل ولوه مع ولا المسلمین بخیر له مضانی البیہقی الحدیث رواه الترمذی والنسائی والدارقطنی مشکوٰۃ ص ۵۶۱ جلد نمبر ۱))

((وقال رسول اللہ ﷺ من بنی لله مسجداً بنی الله له یتانی البیہقی متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۶۸ جلد نمبر ۱))

ان مذکورہ میں مدارس کی تعمیر بھی آسکتی ہے، اور ہر قسم کے مصارف و ضروریات عامہ اور ہر جگہ و ہر حال و موقعہ ناداری کا عذر غلط ہے، جب بعض زکوٰۃ دیتے ہیں، تو ویسے بھی خرچ کے مستحق بلکہ بعض اوقات ان پر یہ ضروری ہو جاتے ہیں، اور کفن دن تو اہل اسلام پر موتی کا حق ہے۔

((قال رسول اللہ ﷺ اذا کفن احدکم اغاه فلیحسن کفنه رواه مسلم وقال ایضاً لیسوا من شیء البیض فانما من خیر شیء بلکہ وکسوا فیما موتاکم رواه النسخة الا النسائی وصیحة الترمذی)) (بلوغ)

(المرام) (الموسعد شرف الدین دہلوی)

جواباً عرض ہے : ... کہ فقیر کے نزدیک تعمیر مدرسہ، تنخواہ مدرسین، امداد طلبہ و فی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہے، اس لیے کہ لفظ مذکور عام ہے، بعض مفسرین بھی اس طرف گئے ہیں، چنانچہ تفسیر خازن میں ہے :

((قال بعضهم ان اللفظ عام فلا يجوز قصره على الغزاة فقط ولهذا اجاز بعض الفقهاء صرف سهم سبیل اللہ الی جمیع وجوه بخیر من تکفین الموتی و بناء الجسور و الحصون و عمارة المسجد و غیر ذالک لان قوله و فی سبیل اللہ عام فی کل فلا تختص دون غیره انتہی)) (مطبوعہ مصر ص ۲۴۰ جلد نمبر ۱)

”بعض مفسرین (فقہاء وغیرہ) نے کہا ہے، کہ لفظ سبیل اللہ عام ہے، پس اس کو محض غازیوں پر منحصر کرنا جائز نہیں۔ اس لیے بعض فقہانے حصہ سبیل اللہ کا تمام وجوہ میں صرف کرنا جائز رکھا ہے، جیسے مردوں کا کفن و دفن اور پولوں اور قلعوں کا بنانا، مساجد کی تعمیر اور اس کے سوا جیسے مدرسہ کی تعمیر وغیرہ اس لیے کہ اللہ کا فرمان فی سبیل اللہ ہر ایک کو عام ہے پس وہ غزوہ ہی کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔“

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

((اعلم ان ظاہر اللفظ فی قوله و فی سبیل اللہ لا یوجب الفقراء علی الغزاة فلیذا المعنی نقل القفال فی تفسیرہ عن بعض الفقہاء انہ اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی و بانء الحصون و عمارة المساجد لان قوله فی سبیل اللہ عام فی کل انتہی)) (مفتاح الغیب مصری ص ۶۸۱ جلد نمبر ۲)

”یقین کر کہ اللہ تعالیٰ کے قول و فی سبیل اللہ کا ظاہر لفظ موجب حضر پر مجاہدین ہے، اس معنی کے لحاظ سے امام قفال مروزی (محدث) نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے، جیسے تکفین موتی اور قلعوں کا بنانا اور مساجد کی تعمیر اس لیے کہ اللہ کا قول و فی سبیل اللہ ہر امور (خیر) کو عام ہے۔“

ایسا ہی خاتمہ المفسرین نواب صدیق الحسن صاحب مرحوم نے تفسیر فتح البیان میں فرمایا ہے، جیسا کہ نقل کیا ہے :

((ان اللفظ عام فلا يجوز قصره علی نوع خاص ویدخل فیہ وجوه الخیر من تکفین الموتی و بناء الجسور و عمارة المساجد و غیر ذالک انتہی)) (فتح البیان - مصری ص ۱۲۳ - جلد نمبر ۳)

”بے مثل لفظ (سبیل اللہ) عام ہے، پس اس کو ایک خاص قسم (غزوہ) پر منحصر کرنا جائز نہیں، اس میں نیکی کے تمام اقسام داخل ہیں، کفن، موتی، پل اور قلعوں کا بنانا، مسجدوں کی تعمیر کرنا اور بھی اس کے سوا (جیسے تعمیر مدرسہ وغیرہ) انتہی۔“

ان عبارات سے ظاہر و باہر ہے کہ لفظ سبیل عام ہے، جو ہر نیک کام کو شامل ہے، اس میں طلباء کی امداد و اعانت بھی شامل ہے، جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے۔

((من انفق ماله فی طلب العلم صدق انہ انفق فی سبیل اللہ ص ۵۱ مطبوعہ ہاشمی))

”جس نے اپنا مالا طالب علموں پر صرف کیا اس کی بابت یقیناً کہا جائے گا کہ یہ خرچ ثنائیہ سے سبیل اللہ میں داخل ہے۔“

اسی طور سے تعمیر عمارت مدرسہ بھی مال زکوٰۃ سے فی سبیل اللہ میں داخل ہے، کام مریدانہ فقیر کے نزدیک اسی طور سے تنخواہ علماء مدرسین بھی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

امام شوکانی و بل الغنام میں لکھتے ہیں :

((ومن حملته فی سبیل اللہ الصرف فی العلماء فان لهم فی مال اللہ نصیباً سواء كانوا اغنیاء او فقراء بل الصرف فی هذه البجته من احم الامور وقد کان علماء الصحابة یاخذون من حملته هذه الاموال التي كانت تفرق بین المسلمین علی هذه الصفة من الزکوٰۃ اه لمحضاً)) (دلیل الطالب ص ۴۳۲)

”منجملہ سبیل اللہ کے علمائے کرام پر صرف کرنا بھی ہے، اس لیے کہ ان کا بھی اس مال میں حصہ ہے خواہ وہ امیر ہوں، یا فقیر، بلکہ اس راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے، علماء صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی ان مالوں سے لیتے تھے، جو مسلمانوں پر مذکوٰۃ سے تقسیم ہوتے تھے۔“

نواب محمد صدیق حسن صاحب مرحوم اس عبارت شوکانی کا ترجمہ اپنی کتاب المعروف الجاوی میں یوں تحریر فرماتے ہیں :

سبیل اللہ منحصراً بہ جہاد نیست۔ منجملہ سبیل خدا صرف زکوٰۃ در ایل علم است۔ ایشاں را نصیبی در مال خدا است تو انگر باشد یا گدا۔ بلکہ صرف آں دریں جہت از ہم امور است لاج (ص ۷۱)

خاکسار تفسیر سبیل اللہ میں انہیں اصحاب مذکورین کا ہمنوا ہے، اور اب تک اسی خیال پر قائم ہے، سائل موصوف کی اگر اس سے تشفی ہو جائے، اور خدا کرے کہ ہو جائے تو فہما ورنہ ان کے نزدیک جو حق ہو آشکارا فرمائیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۴۳۹)



مجلس البحث والدراسات
محدث فتویٰ
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 7 ص 186 - 192

محدث فتویٰ